NOS\NOTE2.tif not found.

4

عصمت چغتائی

مصنفہ کا تعارف

عصمت چغتائی کی پیدائش 1915ء میں ہوئی۔ان کا اصل وطن آگرہ تھا۔ان کے والد ملازمت کے سلسلے میں جے پور میں مقیم تھے۔اس لیے ان کی ابتدائی زندگی جے پور میں بسر ہوئی۔انہوں نے ابتدائی تعلیم جے پور اور آگرہ سے حاصل کی اس کے بعد علی گڑھ سے گریجویشن کیا اور پھر بی ایڈ کی ڈگری حاصل کی۔تعلیم ختم کرنے کے بعد انہوں نے کئی اسکولوں میں ملازمت کی۔پھر بمبئی چلی گئیں کچھ عرصے تک انسپکٹرس رہیں پھر فلمی دنیا سے تعلق قائم ہو گیا اور یہ تعلق آخر وقت تک قائم رہا۔

عصمت چغتائی کی ادبی زندگی کا آغاز علی گڑھ سے ہوا۔ان کو ترقی پسند تحریک سے کافی دلچسپی تھی جس کا اثر ان کے افسانوں میں نظر آتا ہے۔انہوں نے اپنے افسانوں میں متوسط طبقہ کے مسلمان گھرانوں کے مسائل خصوصاً نوجوان لڑکے لڑکیوں کے جنسی مسائل پر طبع آزمائی کی۔وہ اپنے جاندار اور بھرپور افسانوں کی وجہ سے صفِ اول کی افسانہ نگار تسلیم کی جاتی ہیں۔ان کی ادبی خدمات پر انہیں غالب اکیڈمی کی جانب سے پانچ ہزار روپئے کا انعام دیا گیا۔

عصمت وہ پہلی ادیبہ ہیں جن کے افسانے عوام کے درمیان موضوع گفتگو بنے رہے اور ان پر مقدمہ بھی چلایا گیا۔ان کی تحریر میں ایک خاص قسم کا تیکھا پن ملتا ہے ان کی زبان اشارے اور کنایے کی زبان ہے۔سماج اور فرد کے رشتوں پر وہ اشارے کنایے میں طنز کرتی ہیں۔

ان کے افسانوں کے کئی مجموعے مثلاً کلیاں، چوٹیں اور چھوئی موئی وغیرہ شائع ہو چکے ہیں۔ان کے ناولوں میں ضدّی، ٹیڑھی لکیر اور معصومہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔افسانوں کی طرح ان کے ناول بھی سماجی شعور کو پیش کرتے ہیں۔ان میں وہ مسائل قلم بند کیے گئے ہیں جو تقریباً سبھی عورتوں کی زندگی سے وابستہ ہیں۔

NOS\NOTE1.tif not found.

آج آپ ان کا مشہور افسانہ ''چوتھی کا جوڑا'' پڑھیں گے جس میں ایک عام سماجی مسئلے ''غریب لڑکیوں کی شادی'' کو موضوع بنایا گیا ہے۔

مقاصد

اس افسانے کو پڑھنے کے بعد آپ:

- نئے الفاظ کے معنی جان کر اپنے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ کریں گے؛
- مختلف محاوروں کے مفہوم سمجھ کر ان کا استعمال کر سکیں گے؛
- افسانے کے مرکزی خیال کو سمجھ کر اسے بیان کر سکیں گے؛
- مصنفہ کے اسلوب بیان پر روشنی ڈال سکیں گے۔

4.1 اصل سبق

آیئے اب ایک بار پورا سبق پڑھ لیں۔

چوتھی کا جوڑا

(1)

جازم: فرش پر بچھائی جانے والی بڑی چادر۔ صحن چاندنی

واردات: وارد کی جمع

منحنی: کمزور، دبلا پتلا

سہ دری کے چوکے پر آج پھر صاف ستھری جازم بچھی تھی۔ ٹوٹی پھوٹی کھپریل کی جھریوں میں سے دھوپ کے آڑے ترچھے قتلے پورے دالان پر بکھرے ہوئے تھے۔ محلے ٹولے کی عورتیں خاموش اور سہمی ہوئی سی بیٹھی تھیں جیسے کوئی بڑی واردات ہونے والی ہو۔ ماؤں نے بچے چھاتیوں سے لگائے تھے کبھی کبھی کوئی منحنی سا چڑچڑا بچہ رسد کی کمی کی دہائی دے کر چلا اٹھتا۔ ''نائیں میرے لال!'' دبلی پتلی ماں اسے اپنے گھٹنے پر لٹا کر یوں ہلاتی جیسے دھان ملے چاول سوپ میں پھٹک رہی ہو اور بچہ ہنکارے بھر کر خاموش ہو جاتا۔

ٹول: سوتی لال کپڑا

بیونتا: ناپ کا اندازہ لگانا

آج کتنی آس بھری نگاہیں کبریٰ کی ماں کے متفکر چہرے کو تک رہی تھیں، چھوٹے عرض کی ٹول کے دو پاٹ تو جوڑ لیے گئے تھے، ابھی سفید گزی کا نشان بیونتنے کی کسی کو ہمت نہ پڑتی تھی۔ کاٹ چھانٹ کے معاملے میں کبریٰ کی ماں کا مرتبہ بہت اونچا تھا۔

NOS\NOTE2.tif not found.

چوتھی کا جوڑا

اس کے سوکھے سوکھے ہاتھوں نے نہ جانے کتنے جہیز سنوارے تھے، کتنے چھٹی چھوچھک تیار کیے تھے اور کتنے ہی کفن بیونتے تھے۔ جہاں کہیں محلے میں کپڑا کم پڑ جاتا اور لاکھ جتن پر بھی بیونت نہ بیٹھتی کبریٰ کی ماں کے پاس کیس لایا جاتا کبریٰ کی ماں کپڑے کی کان نکالتیں کلف توڑتیں، کبھی تکون بناتیں، کبھی چوکھٹا کرتیں اور دل ہی دل میں قینچی چلا کر آنکھوں سے ناپ تول کر مسکرا پڑتیں۔

''آستینیں اور گھیر تو نکل آئے گا، گریبان کے لیے کترن میری بچی سے لے لو.....'' اور مشکل آسان ہو جاتی۔ کپڑا تراش کر وہ کترنوں کی پنڈی بنا کر پکڑوا دیتیں۔ پر آج تو سفید گزی کا ٹکڑا بہت ہی چھوٹا تھا اور سب کو یقین تھا کہ آج تو کبریٰ کی ماں کی ناپ تول کر ہار جائے گی، جب ہی تو سب دم سادھے ان کا منہ تک رہی تھیں کبریٰ کی ماں کے پر استقلال چہرے پر فکر کی کوئی شکل نہ تھی، چار گرہ گزی کے ٹکڑے کو وہ نگاہوں سے بیونت رہی تھیں۔ لال ٹولی کا عکس ان کے نیلگوں زرد چہرے پر شفق کی طرح پھوٹ رہا تھا۔ اور اداس اداس گہری جھریاں اندھیری گھٹاؤں کی طرح ایک دم اُجاگر ہو گئیں جیسے گھنے جنگل میں آگ بھڑک اٹھی ہو، اور انہوں نے مسکرا کر قینچی اٹھالی۔

محلّہ والیوں کے جمگھٹے سے ایک لمبی اطمینان کی سانس ابھری۔ گود کے بچے بھی ٹھسک دیئے گئے۔ چیل جیسی نگاہوں والی کنواریوں نے لپا چھپ سوئی کے ناکوں میں دوڑے پرو دیئے۔ نئی بیاہی دلہنوں نے انگشتانے پہن لیے۔ کبریٰ کی ماں کی قینچی چل پڑی تھی۔

سہ دری کے آخری کونے میں پلنگڑی پر حمیدہ پیر لٹکائے ہتھیلی پر ٹھوڑی رکھے دور کچھ سوچ رہی تھی۔

دوپہر کا کھانا نمٹا کر اسی طرح بی اماں سہ دری کی چوکی پر جا بیٹھتی تھیں اور بچی کھول کر رنگ برنگے کپڑوں کا جال بکھیر دیا کرتی تھیں۔ کونڈی کے پاس بیٹھی برتن مانجھتی ہوئی کبریٰ کن انکھیوں سے ان لال کپڑوں کو دیکھتی ایک سرخ چھپکلی سی اس کے زردی مائل مٹیالے رنگ میں لپک اٹھی۔ روپہلی کٹوریوں کے جال جب پولے پولے ہاتھوں سے کھول کر اپنے زانوؤں پر پھیلاتیں تو ان کا مرجھایا ہوا چہرہ ایک عجیب ارمان بھری روشنی سے جگمگا اٹھتا..... گہری صندوقوں جیسی شکنوں پر کٹوریوں کا عکس ننھی ننھی مشعلوں کی طرح جگمگانے لگتا۔ ہر ٹانکے پر زری کا کام ہلتا اور مشعلیں کپکپا اٹھتیں۔

(2)

یاد نہیں کب اس کے شبنمی ڈوپٹے بنے ٹکے تیار ہوئے اور گاڑی کے بھاری صندوق کی تہ میں ڈوب گئے۔ کٹوریوں کے جال دھندلا گئے۔ گنگا جمنی کرنیں ماند پڑ گئیں۔ طولی کے لچھے اداس ہو گئے۔ مگر کبریٰ کی برات نہ آئی۔ جب ایک جوڑا پرانا ہو جاتا تو اسے چالے کا جوڑا کہہ کر سینت دیا جاتا۔ اور پھر ایک نئے جوڑے کے ساتھ نئی امیدوں کا افتتاح ہو جاتا۔ بڑی چھان بین کے بعد ایک نئی دلہن چھانٹی جاتی۔ سروری کے صاف ستھرے چوکے پر صاف ستھری جازم بچھتی۔ محلّہ کی عورتیں ہاتھ میں

پنڈی: کترنوں کو لپیٹ کر گولا بنانا
استقلال: ٹھیراؤ مستقل مزاجی
چار گرہ: چار گانٹھ
نیلگوں: آسمانی رنگ کا
شفق: سرخی جو غروبِ آفتاب کے وقت نمودار ہوتی ہے
جمگھٹے: مجمع، بھیڑ
ٹھسک: گرا دینا، دے مارنا
لپا چھپ: جلدی جلدی
پلنگڑی: چھوٹا پلنگ

نقرئی کٹوری: سنہری ننھی ننھی کٹوریاں جو دلہنوں کے لباس پر ٹانکی جاتی ہیں۔

NOS\NOTE1.tif not found.

پاندان اور بغلوں میں بچے دبائے جھانجیں بجاتی آن پہنچتیں۔

''چھوٹے کپڑے کی گونٹ تو اتر آئے گی، پر بچوں کا کپڑا نہ نکلے گا۔'' بولو!.....اور سنو تو کیا نگوڑی ماری ٹول کی چولیں پڑیں گی؟'' اور پھر سب کے چہرے فکر مند ہو جاتے۔ کبریٰ کی ماں خاموش کیمیا گر کی طرح آنکھوں کے فیتے سے طول و عرض ناپتیں اور بیویاں آپس میں چھوٹے کپڑے کے متعلق کھر پسر کر کے قہقہے لگاتیں۔ ایسے میں کوئی من چلی کوئی سہاگ بابنا چھیڑ دیتی۔ کوئی اور چار ہاتھ آگے والی سمندھنوں کو گالیاں سنانے لگتی، بیہودہ گندے مذاق دار چہلیں شروع ہو جاتیں۔ ایسے موقعوں پر کنواری بالیوں کو سہ دری سے دور سر ڈھانپ کر کھپریل میں بیٹھنے کا حکم دے دیا جاتا اور جب کوئی نیا قہقہہ سہ دری سے ابھرتا تو بیچاریاں ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ جاتیں۔ اللہ! یہ قہقہے انہیں خود کب نصیب ہوں گے۔

جھانجھ: پانو کا ایک زیور

اس چہل پہل سے دور کبریٰ شرم کی ماری کوٹھری میں سر جھکائے بیٹھی رہتی۔ اتنے میں کتر بیونت نہایت نازک مرحلہ پر پہنچ پاتی۔ کوئی کلی الٹی کٹ جاتی اور اس کے ساتھ بیویوں کی مت بھی کٹ جاتی۔ کبریٰ سہم کر دروازے کی آڑ سے جھانکی۔ یہی تو مشکل تھی کوئی جوڑا اللہ مارا چین سے نہ سلنے پاتا۔ جو کلی الٹی کٹ جائے تو جان لو نائن کی لگائی ہوئی بات میں ضرور کوئی اڑنگا لگے گا یا تو دولہ کی کوئی داشتہ نکل آئے گی یا اسکی ماں ٹھوس کڑوں کا اڑنگا باندھے گی۔ جو گوٹ میں کان آجائے تو سمجھ لو یا تو مہر پر بات ٹوٹے گی یا بھرت کی پلنگ کے پایوں پر جھگڑا ہوگا۔ چوتھی کے جوڑے کا شگون بڑا نازک ہوتا ہے بی اماں کی ساری مشاقی اور سگھڑاپا دھرا رہ جاتا۔ نہ جانے عین وقت پر کیا ہو جاتا کہ دھنیا برابر بات طول پکڑ جاتی سگھڑاماں نے جہیز کا سامان جوڑنا شروع کر دیا تھا۔ ذرا سی کتر بھی بچتی تو تیلے دانی یا شیشی کا غلاف سی کر دھنک گو کھرو سے سنوار کر رکھ دیتیں۔ لڑکی کا کیا ہے۔ کھیرے ککڑی کی طرح بڑھتی جو برات آ گئی تو یہی سلیقہ کام آئے گا۔

نگوڑی: نامراد، منحوس
کیمیا گیر: زرساز، چالاک
طول: لمبائی
عرض: چوڑائی
چہلیں: ہنسی مذاق

کتر بیونت: کاٹ چھانٹ

اور جب سے ابا گذرے سلیقے کا بھی دم پھول گیا۔ حمیدہ کو اپنے ابا ایک دم یاد آ گئے۔ ابا کتنے دبلے پتلے لمبے جیسے محرم کا علم۔ ایک بار جھک جاتے تو سیدھے کھڑا ہونا دشوار تھا۔ صبح ہی اٹھ کر نیم کی مسواک توڑ لیتے اور حمیدہ کو گھٹنے پر بٹھا کر نہ جانے کیا سوچا کرتے۔ پھر سوچتے سوچتے نیم کی مسواک کا کوئی پھونسٹرا حلق میں چلا جاتا اور وہ کھانسے ہی چلے جاتے۔ حمیدہ بگڑ کر ان کی گود سے چلی آتی۔ کھانسی کے دھکوں سے یوں ہل ہل جانا اسے قطعی پسند نہ تھا۔ اس کے ننھے سے غصے پر وہ اور ہنستے اور کھانسی بے طرح سینے میں الجھتی۔ جیسے گردن کٹے کبوتر پھڑ پھڑا رہے ہوں۔ پھر بی اماں آ کر انہیں سہارا دیتیں۔ پیٹھ پر دھب دھب ہاتھ مارتیں۔

پھونسٹرا: ریشہ

''توبہ ہے ایسی بھی کیا ہنسی،''

اُچھو کے دباؤ سے سرخ آنکھیں اوپر اٹھا کر ابا بے کسی سے مسکراتے کھانسی تو رک جاتی مگر وہ دیر تک بیٹھے ہانپا کرتے۔

''کچھ دوا دارو کیوں نہیں کرتے؟ کتنی بار کہا تم سے؟''

NOS\NOTE2.tif not found.

چوتھی کا جوڑا

''بڑے شفاخانے کا ڈاکٹر کہتا ہے سوئیاں لگواؤ اور روز تین پاؤ دودھ اور آدھی چھٹانک مکھن''

''اے خاک پڑے ان ڈاکٹروں کی صورت پر۔ بھلا ایک تو کھانسی ہے اوپر سے چکنائی۔ بلغم نہ پیدا کردے گی۔ حکیم کو دکھاؤ کسی کو''

''دکھاؤں گا'' ابا حقہ گڑگڑاتے اور پھر اچھولگتا۔

''آگ لگے اس موئے حقے کو.....اس نے تو یہ کھانسی لگائی ہے جوان بیٹی کی طرف بھی دیکھتے ہو آنکھ اٹھا کر۔''

اور ابا کبریٰ کی جوانی کی طرف رحم طلب نگاہوں سے دیکھتے، کبریٰ جوان تھی، کون کہتا تھا جوان تھی۔ وہ تو جیسے بسم اللہ کے دن سے ہی اپنی جوانی کی آمد سناؤنی سن کر ٹھٹھک کر رہ گئی تھی نہ جانے کیسی جوانی آئی تھی کہ نہ تو اس کی آنکھوں میں کرنیں ناچیں نہ اس کے رخساروں پر زلفیں پریشان ہوئیں نہ اس کے سینے پر طوفان اٹھے اور نہ کبھی اس نے ساون بھادوں کی گھٹاؤں سے مچل مچل کر پریتم یا ساجن مانگے۔ وہ جھکی سہمی سہمی جوانی جو نہ جانے کب دبے پاؤں اس پر رینگ آئی، ویسے ہی چپ چاپ نہ جانے کدھر چل دی۔ میٹھا برس نمکین ہوا اور پھر کڑوا ہو گیا۔

ابا ایک دن چوکھٹ پر اوندھے منہ گرے اور انہیں اٹھانے کے لیے کسی حکیم یا ڈاکٹر کا نسخہ کام نہ آسکا۔

اور حمیدہ نے میٹھی روٹی کے لیے ضد کرنی چھوڑ دی اور کبریٰ کے پیغام نہ جانے کدھر راستہ بھول گئے۔ جانو کسی کو معلوم ہی نہیں کہ اس ٹاٹ کے پردے کے پیچھے کسی کی جوانی آخری سسکیاں لے رہی ہے اور یک نئی جوانی سانپ کے پھن کی طرح اٹھ رہی ہے۔

(3)

مگر بی اماں کا دستور نہ ٹوٹا۔ وہ اسی طرح روز دوپہر کو سہ دری میں رنگ برنگے کپڑے پھیلا کر گڑیوں کا کھیل کھیلا کرتیں۔

کہیں نہ کہیں سے جوڑ جمع کر کے شبرات کے مہینے میں کریپ کا دوپٹہ ساڑھے سات روپے میں خرید ہی ڈالا۔ بات ہی ایسی تھی کہ بغیر خریدے گزارہ نہ تھا۔ بڑے ماموں کا تار آیا کہ ان کا بڑا لڑکا راحت پولیس کی ٹریننگ کے سلسلے میں آرہا ہے۔

بی اماں کو بس ایک دم گھبراہٹ کا دورہ پڑ گیا جانو چوکھٹ پر برات آن کھڑی ہوئی۔ اور انہوں نے ابھی دلہن کے مانگ کی افشاں بھی نہیں کری۔ ہول سے تو ان کے چھکّے چھوٹ گئے۔ جھٹ اپنی منہ بولی بہن بندو کی ماں کو بلا بھیجا کہ

''بہن میرا مری کا منہ دیکھو جو اسی گھڑی نہ آؤ''

اور پھر دونوں میں کھسر پھسر ہوئی۔ بیچ میں دونوں ایک نظر کبریٰ پر بھی ڈال لیتیں جو دالان میں بیٹھی چاول پھٹک رہی تھی۔ وہ اس کا ناپھوسی کی زبان کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔

اسی وقت بی امان نے کانوں کی چار ماشہ کی لونگیں اُتار کر منہ بولی بہن کے حوالے کیں کہ جیسے تیسے کر کے شام تک تولہ بھر

اُچھو: گلے میں پھندا لگنا

رحم طلب: رحم مانگنے والی

کریپ: کپڑے کی ایک قسم

چھکّے چھوٹنا: گھبرا جانا

لونگ: ناک کی کیل، چھوٹا سا کان کا زیور

NOS\NOTE1.tif not found.

چوتھی کا جوڑا

گوکھرو، چھ ماشہ سلمہ ستارہ، پاؤ گز نیفے کے لیے ٹول لا دیں۔ باہر کی طرف والا کمرہ جھاڑ پونچھ کر تیار کیا تھوڑا سا چونا منگا کر کبریٰ کا کمرہ اپنے ہاتھوں سے پوت ڈالا۔ کمرہ تو چٹا ہو گیا مگر اس کی ہتھیلیوں کی کھال اڑ گئی اور شام کو جب وہ مسالہ پیسنے بیٹھی تو چکر کھا کر دوہری ہو گئی۔ ساری رات کروٹیں بدلتے گزری، ایک تو ہتھیلیوں کی وجہ سے، دوسرے صبح کی گاڑی سے راحت آ رہے تھے۔

''اللہ! میرے اللہ! اب تو میری آپا کا نصیبہ کھل جائے۔ میرے اللہ میں سو رکعت نفل تیری بارگاہ میں پڑھوں گی۔'' حمیدہ نے فجر کی نماز پڑھ کر دعا مانگی۔

رنڈاپا: بیوگی کا زمانہ

صبح جب راحت بھائی آئے تو صبح ہونے سے پہلے ہی کبریٰ مچھر والی کوٹھری میں جا چھپی تھی۔ جب سویوں اور پراٹھوں کا ناشتہ کر کے بیٹھک میں چلے گئے تو دھیرے دھیرے نئی دلہن کی طرح پیر رکھتی کبریٰ کوٹھری سے نکلی اور جھوٹے برتن اٹھا لیے۔

بساندی: بدبودار

سوئٹ ڈریم: میٹھی نیند آئے

''لاؤ میں دھوؤں بی آپا'' حمیدہ نے شرارت سے کہا۔

''نہیں وہ شرم سے جھک گئی۔

حمیدہ چھیڑتی رہی.....، بی اماں مسکراتی رہیں اور کریپ کے دوپٹے میں لپّا ٹانکتی رہیں۔

حکیمانہ: دانش مندانہ

تاویل: بہانہ

جن راستہ کان کی لونگیں گئی تھیں اسی راستے پھول، پتہ اور چاندی کی پازیب بھی چل دی اور ہاتھوں کی دو دو چوڑیاں بھی جو منجھلے ماموں نے رنڈاپا اُتارنے پر دی تھیں۔ روکھی سوکھی خود کھا کر آئے دن رات راحت کے لیے پراٹھے تلے جاتے، کوفتے، بھنا پلاؤ مہکتے، خود سوکھا نوالہ پانی سے اُتار کر وہ ہونے والے داماد کو گوشت کے لچھے کھلاتیں۔

دور اندیشی: دور تک کی سوچنا

''زمانہ بڑا خراب ہے بیٹی'' وہ حمیدہ کو منہ پھیلاتے دیکھ کر کہا کرتیں اور وہ سوچا کرتی۔'' ہم بھوکے رہ کر داماد کو کھلا رہے ہیں۔ بی آپا صبح اٹھ کر جادو کی مشین کر طرح جٹ جاتی ہے۔ نہار منہ پانی کا گھونٹ پی کر راحت کے لیے پراٹھے تلتی ہے۔ دودھ اونٹاتی ہے۔ تاکہ موٹی سی ملائی پڑ جائے۔ اس کا بس نہیں تھا کہ وہ اپنی چربی نکال پراٹھوں میں بھر دے، اور کیوں نہ بھرے آخر کو وہ ایک دن اس کا اپنا ہو جائے گا۔ جو کچھ کمائے گا اس کی ہتھیلی پر رکھ دے گا۔ پھل دینے والے پودے کو کون نہیں سینچتا؟ پھر جب ایک دن پھول ٹکیں گے اور پھلوں سے لدی ہوئی ڈالی جھکے گی تو یہ طعنہ دینے والیوں کے منہ پر کیسا جوتا پڑے گا اور اس خیال ہی سے میری بی آپا کے چہرے پر سہاگ کھل اٹھتا۔ کانوں میں شہنائیاں بجنے لگتیں اور وہ راحت بھائی کے کمرے کو پلکوں سے جھاڑتیں، ان کے کپڑوں کو پیار سے تہہ کرتیں جیسے وہ کچھ ان سے کہتے ہوں، وہ ان کے بدبودار چوہوں جیسے سڑے ہوئے موزے دھوتیں بساندی بنیان اور ناک سے لتھڑے ہوئے رومال صاف کرتیں۔ ان کے تیل میں چپچپاتے ہوئے تکیے کے غلاف پر سوئٹ ڈریم کاڑھتیں۔ پر معاملہ چاروں کونے چوکس نہیں بیٹھ رہا تھا۔ راحت صبح انڈے ڈٹ کر کھاتا اور شام کو آ کر کوفتے کھا کر سو جاتا اور بی اماں کی منہ بولی بہن حکیمانہ انداز میں کھسر پھسر کرتیں۔

NOS\NOTE2.tif not found.

چوتھی کا جوڑا

''بڑا شرمیلا ہے بیچارہ'' بی اماں تاویلیں پیش کرتیں۔''ہاں یہ تو ٹھیک ہے پر بھئی کچھ تو پتہ چلے، رنگ ڈھنگ سے کچھ آنکھوں سے۔''

اے لو، خدا نہ کرے میری لونڈیا آنکھیں لڑائے، اس کا آنچل بھی نہیں دیکھا ہے کسی نے''بی اماں فخر سے کہتیں۔

''اے تو پردہ تڑوانے کو کون کہے ہے۔''بی آپا کے پکے مہاسوں کو دیکھ کر انہیں بی اماں کی دوراندیشی کی داد دینی پڑتی۔

''اے بہن تو سچ میں بہت بھولی ہو۔ یہ میں کب کہوں ہوں۔ یہ چھوٹی نگوڑی کون سی بکرید کو کام آئے گی؟ وہ میری طرف دیکھ کر ہنستی۔

''اری اونگ چڑھی، بہنوئی سے کوئی بات چیت، کوئی ہنسی مذاق، اونھ، اری چل دیوانی۔''

اونگ چڑھی: نیند کی متوالی

''اے تو میں کیا کروں خالہ؟''

''راحت میاں سے بات چیت کیوں نہیں کرتی؟''

''بھئی ہمیں تو شرم آتی ہے۔''

مسکوٹ: صلاح مشورہ، خفیہ سازش

''اے ہے وہ تجھے پھاڑ ہی تو کھائے گا۔''بی اماں چڑ کر بولتیں۔

''نہیں تو مگر.....''میں لاجواب ہوگئی اور پھر مسکوٹ ہوئی۔ بڑی سوچ بچار کے بعد کھلی کے کباب بنائے گئے۔ آج بی آپا بھی کئی بار مسکرا پڑیں۔ چپکے سے بولیں:''دیکھو ہنسنا نہیں، نہیں تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔''

خنّاس: شیطان

''نہیں ہنسوں گی''میں نے وعدہ کیا۔''

''کھانا کھالیجئے۔''میں نے چوکی پر کھانے کی سینی رکھتے ہوئے کہا۔ پھر جو پٹی کے نیچے رکھے ہوئے لوٹے سے ہاتھ دھوتے وقت، میری طرف سر سے پاؤں تک دیکھا تو میں بھاگی وہاں سے۔ میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ اللہ توبہ کیا خنّاس آنکھیں ہیں۔

نزخرہ: سانس لینے کی نالی

''جانگوڑی دیکھ تو سہی وہ کیسا منہ بناتا ہے اے ہے سارا مزہ کرکرا ہو جائے گا۔''

بی آپا نے ایک بار میری طرف دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں التجا تھی۔ لوٹی ہوئی براتوں کا غبار تھا اور چوتھی کے جوڑوں کی مانند اداسی میں سر جھکائے پھر کھمبے سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔

جواب ندارد: جواب غائب

راحت خاموش کھاتے رہے، میری طرف نہ دیکھا۔ کھلی کا کباب دیکھ کر مجھے چاہیے تھا کہ مذاق اڑاؤں، قہقہہ لگاؤں کہ واہ جی دولہا بھائی! کھلی کے کباب کھا رہے ہو'' مگر جانو میرا نزخرہ کسی نے دبوچ لیا ہو۔

بی اماں نے جل کر مجھے واپس بلا لیا اور منہ ہی منہ میں مجھے کوسنے لگیں۔ اب میں ان سے کیا کہتی کہ وہ تو مزے سے کھا رہا ہے کم بخت۔

''راحت بھائی کو فتے پسند آئے!''بی اماں کے سکھانے پر میں نے پوچھا۔

جواب ندارد۔

''بتایئے نا؟''

NOS\NOTE1.tif not found.

''اری ٹھیک سے جا کر پوچھ'' بی اماں نے ٹھوکا دیا۔

''آپ نے لا کر دیئے اور ہم نے کھائے، مزیدار ہی ہوں گے۔''

''ارے واہ رے جنگلی'' بی اماں سے نہ رہا گیا

''تمہیں پتہ ہی نہ چلا کیا مزے سے کھلی کے کباب کھا گئے۔''

''کھلی کے؟ ارے تو روز کا ہے کہ ہوتے ہیں؟ میں عادی ہو چلا ہوں کھلی اور بھوسہ کھانے کا۔''

بی اماں کا منہ اتر گیا۔ بی آپا کی جھکی ہوئی پلکیں اوپر نہ اٹھ سکیں، دوسرے روز بی آپا نے روزانہ سے دگنی سلائی کی اور پھر جب شام کو میں کھانا لے کر گئی تو بولے۔

غلیظ: گندی

''کہئے آج کیا لائی ہیں؟ آج تو لکڑی کے برادے کی باری ہے۔''

''کیا ہمارے یہاں کا کھانا آپ کو پسند نہیں آتا؟'' میں جل کر کہا۔

''یہ بات نہیں کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کھلی کے کباب تو کبھی بھوسے کی ترکاری''

میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ہم سوکھی روٹی کھا کے اسے ہاتھی کی خوراک دیں، گھی ٹپکتے پراٹھے ٹھسائیں، میری بی آپا کو جو شاندہ نصیب نہیں اور اسے دودھ ملائی نگلوائیں، میں بھنا کر چلی آئی۔

بی اماں کی منہ بولی بہن کا نسخہ کام آ گیا اور راحت نے دن کا زیادہ حصہ گھر ہی میں گزارنا شروع کر دیا۔ بی آپا تو چولھے میں جھکی رہتیں، بی اماں چوتھی کے جوڑے سیا کرتیں اور راحت کی غلیظ آنکھیں تیر بن کر میرے دل میں چبھا کرتیں۔ بات بے بات چھیڑنا۔ کھانا کھلاتے وقت کبھی پانی تو کبھی نمک کے بہانے سے اور ساتھ ساتھ جملہ بازی۔ میں کھسیا کر بی آپا کے پاس جا بیٹھتی۔ جی چاہتا کہ کسی دن صاف کہہ دوں کہ کس کی بکری اور کون ڈالے دانہ گھاس۔ اے بی مجھ سے تمہارا یہ بیل نہ ناتھا جائے گا۔

مگر بی آپا کے الجھے ہوئے بالوں پر چولھے کی اڑتی ہوئی راکھ.....نہیں.....میرا کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ میں نے ان کے سفید بال لٹ کے نیچے چھپا دیئے۔ ناس جائے اس کم بخت نزلہ کا بچاری کے بال پکنے شروع ہو گئے۔

راحت نے پھر کسی بہانے سے مجھے پکارا۔

''اونہہ، میں جل گئی۔ بڑی آپا نے جو پلٹ کر کٹی ہوئی مرغی کی طرح دیکھا تو مجھے جانا ہی پڑا۔

''آپ ہم سے خفا ہو گئیں؟'' راحت نے پانی کا کٹورا لے کر میری کلائی پکڑ لی۔ میرا دم نکل گیا اور بھاگی تو ہاتھ جھٹک کر۔

''کیا کہہ رہے تھے؟'' آپا نے شرم وحیا سے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ میں چپ چاپ ان کا منہ تکنے لگی۔

''کہہ رہے تھے کس نے پکایا ہے کھانا۔ واہ! جی چاہتا ہے کہ کھاتا ہی چلا جاؤں۔ پکانے والی کے ہاتھ کھا جاؤں.....اونہہ نہیں.....کھالوں بلکہ چوم لوں'' میں نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا۔ اور بی آپا کا کھردرا، ہلدی دھنیے کی بساند میں سڑا ہوا

چوتھی کا جوڑا

ہاتھ اپنے ہاتھ سے لگا لیا میرے آنسو نکل آئے۔ ''یہ ہاتھ'' میں نے سوچا جو صبح سے شام تک مسالہ پیستے ہیں، پانی بھرتے ہیں پیاز کاٹتے ہیں بستر بچھاتے ہوئے صاف کرتے ہیں۔ یہ بے کس غلام صبح سے شام تک جٹے ہی رہتے ہیں۔ اس کی غلامی کب ختم ہوگی۔ کیا ان کا کوئی خریدار نہ آئے گا؟ کیا انہیں کبھی کوئی پیار سے نہ پوچھے گا؟ کیا ان میں کبھی مہندی نہ رچے گی؟ کیا ان میں کبھی سہاگ کا عطر نہ بسے گا؟ جی چاہا زور سے چیخ پڑوں۔

''اور کیا کہہ رہے تھے؟'' بی آپا کے ہاتھ تو اتنے کھردرے تھے پر آواز اتنی رسیلی اور میٹھی تھی کہ اگر راحت کے کان ہوتے تو .....مگر راحت کے نہ کان تھے نہ ناک بس دوزخ جیسا پیٹ تھا۔

''اور کہہ رہے تھے کہ اپنی بی آپا سے کہنا کہ اتنا کام نہ کیا کریں اور جوشاندہ پیا کریں''

ابرو: بھوؤں

''چل جھوٹی''

''ارے واہ جھوٹے ہوں گے آپ کے وہ.....''

''اری چپ مردار'' انہوں نے میرا منہ بند کر دیا۔

تھودے: ڈھیر

''دیکھ تو سوئٹر بن گیا ہے انہیں دے آ۔ پر دیکھ تجھے میری قسم میرا نام نہ لیجیو۔''

پنگوڑے: گہوارہ، ہنڈولا

''نہیں بی آپا۔ انہیں نہ دو سوئٹر۔ تمہاری ان مٹھی بھر ہڈیوں کو سوئٹر کی کتنی ضرورت ہے؟'' میں نے کہنا چاہا پر نہ کہہ سکی۔

''آپا بی تم خود کیا پہنو گی؟''

''ارے مجھے کیا ضرورت ہے؟ چولھے کے پاس تو ویسے ہی جھلسن رہتی ہے۔''

سوئٹر دیکھ کر راحت نے اپنی ایک ابرو شرارت سے اوپر تان کر کہا کہ یہ سوئٹر آپ نے بنا ہے؟'' ''نہیں تو''

''تو بھئی ہم نہیں پہنیں گے۔''

بگلا بھگتی: ظاہر میں نیک باطن میں شریر، اندر سے کچھ اور ہے اور باہر سے کچھ

میرا جی چاہا کہ اس کا منہ نوچ لوں۔ کمینے، مٹی کے تھودے، یہ سوئٹر ان ہاتھوں نے بنا ہے، جو جیتے جاگتے غلام ہیں۔ اس کے ایک ایک پھندے میں کسی نصیب جلی کے ارمانوں کی گردنیں پھنسی ہوئی ہیں، یہ ان ہاتھوں کا بنا ہوا ہے جو ننھے پنگوڑے جھلانے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ ان کو تھام لو گدھے کہیں کے اور یہ دو پتوار بڑے سے بڑے طوفان کے تھپیڑوں سے تمہاری زندگی کی ناؤ کو بچا کر پار لگا دیں گے۔ یہ ستار کی گت نہ بجا سکیں گے۔ منی پوری اور بھرت ناٹیم کے مدرانہ دکھا سکیں گے۔ انہیں پیانوں پر رقص کرنا نہیں سکھایا گیا، انہیں پھولوں سے کھیلنا نہیں نصیب ہوا۔ مگر یہ ہاتھ تمہارے جسم پر چربی چڑھانے کے لیے صبح شام تک سلائی کرتے ہیں۔ صابن اور سوڈے میں ڈبکیاں لگاتے ہیں، چولہوں کی آنچ سہتے ہیں، تمہاری غلاظتیں دھوتے ہیں تاکہ تم اجلے چٹے بگلا بھگتی کا ڈھونگ رچائے رہو۔ محنت نے ان میں زخم ڈال دیئے ہیں، ان میں کبھی چوڑیاں نہیں کھنکتی ہیں۔ انہیں کبھی کسی نے پیار سے نہیں تھاما۔

مگر میں چپ رہی۔ بی اماں کہتی ہیں میرا دماغ تو میری نئی نئی سہیلیوں نے خراب کر دیا ہے۔ وہ مجھے کیسی نئی نئی باتیں بتلایا کرتی

NOS\NOTE1.tif not found.

ہیں، کیسی ڈراؤنی موت کی باتیں، بھوک اور کال کی باتیں، دھڑ کتے ہوئے دل کے ایک دم چپ ہو جانے کی باتیں۔

''یہ سوئٹر تو آپ ہی پہن لیجئے۔ دیکھئے نا آپ کا کرتا کتنا باریک ہے۔''

جنگلی بلی کی طرح میں نے ان کا منہ، ناک، گریبان اور بال نوچ ڈالے اور اپنی پلنگڑی پر جا گری۔ بی آپا نے آخری روٹی ڈال کر جلدی جلدی تسلے میں ہاتھ دھوئے اور آنچل سے پونچھتی میرے پاس آ بیٹھیں۔

''وہ بولے؟'' ان سے نہ رہا گیا تو دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

''بی آپا! یہ راحت بھائی بڑے خراب آدمی ہیں'' میں نے سوچا کہ آج سب کچھ بتا دوں گی۔

''کیوں؟'' وہ مسکرائیں۔

''مجھے اچھے نہیں لگتے...... دیکھیے میری ساری چوڑیاں چورا ہو گئیں۔'' میں نے کانپتے ہوئے کہا۔

''بڑے شریر ہیں۔'' انہوں نے رومانٹک آواز میں شرما کے کہا۔

''بی آپا...... سنو بی آپا...... یہ راحت اچھے آدمی نہیں'' میں نے سلگ کر کہا۔ ''آج میں بی اماں سے کہہ دوں گی۔''

''کیا ہوا'' بی اماں نے جاءنماز بچھاتے ہوئے کہا۔

''دیکھو میری چوڑیاں بی اماں۔''

''راحت نے توڑ ڈالیں؟ بی اماں مسرت سے چہک کر بولیں۔

''ہاں''

خوب کیا۔ تو اسے ستاتی بھی تو بہت ہے۔ اے ہے تو دم کا ہے کو نکل گیا۔ بڑی موم کی بنی ہوئی ہو کہ ہاتھ لگائے اور پگھل گئیں۔'' پھر چپکار کر بولیں ''خیر تو بھی چوتھی میں بدلہ لے لیجو، وہ کسر نکالیو کہ یاد ہی کریں گے میاں جی'' یہ کہ کر انہوں نے نیت باندھ لی۔

منہ بولی بہن سے پھر کانفرنس ہوئی اور معاملات کو امید افزا راستے پر گامزن دیکھ ازحد خوشنودی سے مسکرایا گیا۔

''اے ہے تو بری ٹھس ہے۔ اے ہے ہم تو اپنے بہنوئیوں کا خدا کی قسم ناک میں دم کر دیا کرتے تھے۔''

اور وہ مجھے بہنوئیوں سے چھیڑ چھاڑ کے ہتھکنڈے بتانے لگیں کہ کس طرح انہوں نے صرف چھیڑ چھاڑ کے تیر بہدف نسخے سے ان دو ممیری بہنوں کی شادی کرائی جن کی ناؤ پار لگنے کے سارے مواقع ہاتھ سے جا چکے تھے۔ ایک تو ان میں سے حکیم جی تھے۔ جہاں بے چارے لڑکیاں چھیڑتیں، شرمانے لگتے اور شرماتے شرماتے اختلاج کے دورے پڑنے لگتے اور ایک دن ماموں سے کہہ دیا کہ مجھے غلامی میں لے لیجئے۔

دوسرے وائسرائے کے دفتر میں کلرک تھے جہاں سنا کہ باہر آئے ہیں لڑکیاں چھیڑنا شروع کر دیتیں۔ کبھی گلوریوں میں مرچیں بھر کے بھیج دیں، کبھی سویوں میں نمک ڈال کر کھلا دیا۔

امید افزا: پر امید

گامزن: چلنا

ازحد: بے حد

تیر بہدف: نشانہ پر لگنے والا تیر، مراد پر اثر

اختلاج: دھڑکن

بیچا چلا: بچوں کو ڈرانے کا نام، ڈراونا چہرہ

چوتھی کا جوڑا

NOS\NOTE2.tif not found.

اے لو وہ تو روز آنے لگے۔ آندھی آئے پانی آئے کیا مجال جو وہ نہ آئیں۔ آخر ایک دن کہلوا ہی دیا۔ اپنے ایک جان پہچان والے سے کہا کہ ان کے یہاں شادی کرادو۔ پوچھا کہ ''بھئی کس سے؟'' تو کہا ''کسی سے بھی کرادو'' اور خدا جھوٹ نہ بلائے تو بڑی بہن کی صورت تھی کہ دیکھو تو جیسے بیچا چلا آتا ہے۔ چھوٹی تو بس سبحان اللہ۔ ایک آنکھ پورب تو دوسری پچھّم۔ پندرہ تولہ سونا دیا ہے باپ نے اور بڑے صاحب کے دفتر میں نوکری الگ دلوائی۔''

ہاں بھئی جس کے پاس پندرہ تولہ سونا ہو اور بڑے صاحب کے دفتر کی نوکری اسے لڑکا ملتے کیا دیر لگتی ہے؟'' بی اماں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔'' یہ بات نہیں ہے بہن۔ آج کل کے لڑکوں کا دل بس تھالی کا بیگن ہوتا ہے۔ جدھر جھکا دو لڑھک جائے گا۔''

تھالی کا بیگن ہونا: غیر مستقل مزاج ہونا

مگر راحت تو بیگن نہیں اچھا خاصا پہاڑ ہے۔ جھکاؤ دینے پر کہیں میں نہ پس جاؤں۔ میں نے سوچا۔ پھر میں نے آپا کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش دہلیز پر بیٹھی آٹا گوندھ رہی تھیں اور سب کچھ سنتی جا رہی تھیں۔ ان کا بس چلتا تو زمین کی چھاتی پھاڑ کر اپنے کنوارپنے کی لعنت اس میں سما دیتیں۔

مشکل کشا: مشکل دور کرنے والے، مراد حضرت علیؓ

''کیا میری آپا مرد کی بھوکی ہے؟ نہیں وہ بھوک کے احساس سے پہلے ہی سہم چکی ہے۔ مرد کا تصور اس کے ذہن میں ایک امنگ بن کر نہیں ابھرا بلکہ روٹی کپڑے کا سوال بن کر ابھرا ہے وہ ایک بیوہ کی چھاتی کا بوجھ ہے۔ اس بوجھ کو دھکیلنا ہی ہوگا۔''

مگر اشاروں کنایوں کے باوجود راحت میاں نہ تو خود منہ سے پھوٹے اور نہ ان کے گھر ہی سے پیغام آیا۔ تھک ہار کر بی اماں نے پیروں کے توڑے گروی رکھ کر مشکل کشا کی نیاز دلا ڈالی۔ دوپہر بھر محلے ٹولے کی لڑکیاں صحن میں ادھم مچاتی رہیں۔ بی آپا شرمائی لجائی مچھروں والی کوٹھری میں اپنے خون کی آخری بوندیں چسانے کو جا بیٹھیں۔ بی اماں اپنی چوکی پر بیٹھی کمزوری میں چوتھی کے جوڑے میں آخری ٹانکے لگاتی رہیں۔ آج ان کے چہرے پر منزلوں کے نشان تھے۔ آپ مشکل کشائی ہوگی۔ بس آنکھوں کی سوئیاں رہ گئی ہیں۔ وہ نکل جائیں گی۔ آج ان کی جھریوں میں پھر مشعلیں تھرتھرا رہی تھیں۔ بی آپا کی سہلیاں ان کو چھیڑ رہی تھیں اور وہ خون کی بچی کھچی بوندوں کو تاؤ میں لا رہی تھیں۔ آج کئی روز سے ان کا بخار نہیں اترا تھا۔ تھکے ہارے دیئے کی طرح ان کا چہرہ ایک بار ٹمٹماتا اور پھر بجھ جاتا۔ اشارے سے انہوں نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ اپنا آنچل ہٹا کر نیاز کی طشتری مجھے تھما دی۔

مقدس: پاک
ایال: گردنوں کے بال
شہابی: سرخ

''اس پر مولوی صاحب نے دم کیا ہے'' ان کی بخار سے دہکتی ہوئی گرم گرم سانس میرے کان میں لگی۔

طشتری لے کر میں سوچنے لگی۔ مولوی صاحب نے دم کیا ہے یہ مقدس ملیدہ اب راحت کے تندور میں جھونکا جائے گا۔ وہ تندور جو چھ مہینے سے ہمارے خون کے چھینٹوں سے گرم رکھا گیا۔ یہ دم کیا ہوا ملیدہ مراد برلائے گا۔ میرے کانوں میں شادیانے بجنے لگے ہیں۔ میں بھاگی بھاگی برات دیکھنے جا رہی ہوں۔ دولہا کے منہ پر لمبا سا سہرا پڑا ہے جو گھوڑے کے ایالوں کو چوم رہا ہے.....

چوتھی کا شہابی جوڑا پہنے پھولوں سے لدی، شرم سے نڈھال، آہستہ آہستہ قدم تولتی بی آپا چلی آ رہی ہیں۔..... چوتھی کا زرتار

NOS\NOTE1.tif not found.

جوڑا جھلمل جھلمل کر رہا ہے۔ بی اماں کا چہرہ پھول کی طرح کھلا ہوا ہے..... بی آپا کی حیا سے بوجھل نگاہیں ایک بار اوپر اٹھتی ہیں شکریے کا ایک آنسو ڈھلک کر افشاں کے زروں میں قمقموں کی طرح الجھ جاتا ہے۔

''یہ سب تیری ہی محنت کا پھل ہے۔'' بی آپا کی خاموشی کہہ رہی ہے۔ حمیدہ کا گلا بھر آیا.....

''جاؤ نہ میری بہنو'' بی آپا نے اسے جگا دیا اور وہ چونک کر اوڑھنی کے آنچل سے آنسو پونچھتی ڈیوڑھی کی طرف بڑھی۔

''یہ ہے ملیدہ.....'' اس نے اچھلتے ہوئے دل کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا..... اس کے پیر لرز رہے تھے۔ جیسے وہ سانپ کی بابنی میں گھس آئی ہو۔ اور پھر پہاڑ کھسکا۔ اور منہ کھول دیا۔ وہ ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔ مگر دور کہیں بارات کی شہنائیوں نے چیخ لگائی جیسے کوئی ان کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ کانپتے ہاتھوں سے مقدس ملیدہ کا نوالہ بنا کر اس نے راحت کے منہ کی طرف بڑھا دیا۔

ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ پہاڑ کی کھوہ میں ڈوبتا چلا گیا..... نیچے تعفن اور تاریکی کے اتھاہ غار کی گہرائیوں میں اور ایک بڑی چٹان نے اس کی چیخ کی چٹان کو گھونٹ دیا۔

نیاز کے ملیدے کی رکابی ہاتھ سے چھوٹ کر لالٹین کے اوپر گری اور لالٹین نے زمین پر گر کر دو چار سسکیاں بھریں اور گل ہوگئی۔ باہر آنگن میں محلّہ کی بہو بیٹیاں مشکل کشا کی شان میں گیت گا رہی تھیں۔

صبح کی گاڑی سے راحت مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوا روانہ ہوگیا۔ اس کی شادی کی تاریخ طے ہو چکی تھی اور اسے جلدی تھی۔

(4)

اس کے بعد اس کے گھر میں کبھی انڈے نہ تلے گئے۔ پراٹھے نہ سکے اور سوئٹر نہ بنے گئے۔ دق نے جو ایک عرصے سے بی آپا کی تاک میں بھاگی بھاگی پیچھے پیچھے آ رہی تھی ایک ہی جست میں انہیں دبوچ لیا اور انہوں نے چپ چاپ اپنا نامراد وجود اس کی آغوش میں سونپ دیا۔

اور پھر اسی سہ دری میں چوکی پر صاف ستھری جازم بچھائی گئی۔ محلے کی بہو بیٹیاں جڑیں کفن کا سفید سفید لٹھا، موت کے آنچل کی طرح بی اماں کے سامنے پھیل گیا۔ تحمل کے بوجھ سے ان کا چہرہ لرز رہا تھا، بائیں ابرو پھڑک رہی تھی، گالوں کی سنسان جھریاں بھائیں بھائیں کر رہی تھی جیسے ان میں لاکھوں اژدہے پھنکار رہے ہوں۔

لٹھے کی کان نکال کر انہوں نے چوپر تہ کیا اور ان کے دل میں ان گنت قینچیاں چل گئیں۔ آج ان کے چہرے پر بھیانک سکون اور ہرا بھرا اطمینان تھا جیسے انہیں پکا یقین ہو کہ دوسرے جوڑوں کی طرح یہ چوتھی کا جوڑا سینتا نہ جائے گا۔

ایک دم سہ دری میں بیٹھی لڑکیاں میناؤں کی طرح چہکنے لگیں۔ حمیدہ ماضی کو دور جھٹک کر ان کے ساتھ جا ملی۔ لال ٹوپی پر سفید گزی کا نشان اس کی سرخی میں نہ جانے کتنی معصوم دلہنوں کا سہاگ رچا ہے اور سفیدی میں کتنی نامراد کنواریوں کے کفن کی سفیدی ڈوب کر ابھری ہے اور پھر سب ایک دم خاموش ہوگئے۔ بی اماں نے آخری ٹانکا بھر کر ڈورہ توڑ لیا۔ دو موٹے موٹے آنسو ان کے روئی جیسے نرم گالوں پر دھیرے دھیرے رینگنے لگے۔ ان کے چہرے کی شکنوں میں سے روشنی کی کرنیں پھوٹ نکلیں اور وہ مسکرا دیں جیسے آج انہیں اطمینان ہوگیا کہ ان کی کبریٰ کا سہاگ جوڑا بن کر تیار ہوگیا ہو اور کوئی دم میں شہنائیاں بج اٹھیں گی۔

بابنی: بل

گل ہو جانا: بجھ جانا

جست: چھلانگ

آغوش: گود

تحمل: برداشت، صبر

NOS\NOTE2.tif not found.

4.2 متن کی تشریح

(1)

سہ دری کے چوکے پر..... مشعلیں کپکپا اٹھتیں۔

☆ اس افسانے کا عنوان ہے ''چوتھی کا جوڑا''

☆ ''چوتھی کا جوڑا'' وہ مخصوص لباس ہوتا ہے جسے بہت اہتمام سے شادی میں دلہن کو پہننے کے لیے بنوایا جاتا ہے۔ عام طور پر قیمتی ہوتا ہے جس پر زری کا بہت بھاری کام کرایا جاتا ہے۔ یہ جوڑا کوئی معمولی جوڑا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ہزاروں آرزؤں کو پرو دیا جاتا ہے۔ ہر لڑکی کا خواب ہوتا ہے کہ وہ اس جوڑے کو پہنے۔

☆ افسانے کے اس حصہ میں مصنفہ نے سروری جو کہ افسانے کا مرکزی کردار ہے اس کے روز کا معمول بتایا ہے۔ وہ دوپہر کو کھانے کے بعد سہ دری میں جازم بچھا کر سلائی کڑھائی کا سامان پھیلا کر بیٹھ جایا کرتی اور اپنے کام میں مگن ہو جاتی تھی۔ محلے پڑوس کی عورتیں بھی اپنے بچوں کو لے کے چلی آتیں اور کبھی کسی کا چوتھی کا جوڑا تیار ہوتا کبھی چھٹی چھوچھک تیار کیا جاتا تو کبھی کفن سیا جاتا۔ بچے جو کہ ماؤں کی چھاتیوں سے چپکے گود میں بیٹھے رہتے اگر کچھ کھانے کی چیز مانگنے کے لیے ہلنے کی کوشش کرتے تو مائیں انہیں ٹھوک ٹھوک کر دوبارہ سلاتیں۔ اس بات کو مصنفہ نے ایک نادر مثال کے ذریعہ پیش کیا ہے۔

☆ ''دبلی پتلی ماں اسے گھٹنے پر لٹا کر یوں ہلاتی جیسے دھان ملے چاول پھٹک رہی ہو'' چونکہ سروری ایک غریب بیوہ عورت تھی اور آس پاس کی عورتیں بھی غربت کی ماری ہوئی تھیں اس لیے ماؤں کے لیے دبلی پتلی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بچہ بھوک کے مارے کچھ مانگنے کے لیے اٹھنا چاہتا لیکن اس وقت موقع اتنا نازک ہوتا کہ مائیں اسے دوبارہ زور زور سے ٹھوک کر سلا دیتیں کیونکہ سروری کسی کپڑے کو ناپ رہی ہوتی کہ کس طرح اسے کاٹا جائے کہ وہ صحیح ناپ کا لباس تیار ہو۔

☆ کبریٰ کی ماں کپڑے کی کان نکالتیں، کلف توڑتیں، کبھی تکون بناتیں کبھی چوکھٹا کرتیں اور دل ہی دل میں قینچی چلا کر آنکھوں سے ناپ تول کر مسکرا پڑتیں۔''

☆ کبریٰ کی ماں یعنی سروری سلائی کٹائی میں ماہر تھیں۔ محلے پڑوس میں سبھی عورتیں جب ناکام ہو جاتیں اور کپڑا کم ہونے کی وجہ سے کوئی چیز کاٹ نہیں پاتیں تو معاملہ کبریٰ کی ماں کے پاس لایا جاتا اور وہ پہلے تو اسے سیدھا کرتیں پھر اس کا کلف توڑتیں پھر ہر طرح سے اندازہ لگاتیں کہ کس طرف سے کٹ پائے گا پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کو ناپ کر دل ہی دل میں کاٹتیں اور پھر اطمینان کر لیتیں کہ کپڑا کافی ہے اس میں جوڑا بن جائے گا پھر مسکرا پڑتیں اور عورتوں کی جان میں جان آجاتی۔

NOS\NOTE1.tif not found.

چوتھی کا جوڑا

☆ ''لال ٹولی کا عکس ان کے نیلگوں زرد چہرے پر شفق کی طرح پھوٹ رہا تھا وہ اداس اداس گہری جھریاں اندھیری گھٹاؤں کی طرح اک دم اجاگر ہوگئیں جیسے جنگل میں آگ بھڑک اٹھی ہو۔''

☆ مفلسی، غریبی، فکر پریشانی اور بوڑھاپے نے سروری کے چہرے کو زرد بنادیا تھا جس میں نیلا رنگ بھی شامل ہوگیا تھا۔ اسے اپنی بڑی لڑکی کبریٰ کی شادی کی فکر تھی اس بنا پر اس کے چہرے کی جھریاں اداس اداس نظر آرہی تھیں۔ اس حقیقت کو مصنفہ نے ایک خوبصورت تعبیر کے ذریعہ پیش کیا ہے۔ لال کپڑا جو وہ کاٹ رہی تھیں اس کا عکس سروری کے چہرے پر پڑ رہا تھا تو ایسا لگ رہا تھا جیسے شام کے وقت آسمان پر شفق پھوٹ رہا ہو اور اداس جھریوں پر اس کا عکس ایسا لگ رہا تھا جیسے جنگل میں آگ بھڑک اٹھی ہو اور جیسے گھٹا برس کر کھل جائے۔

☆ ''کونڈی کے پاس بیٹھی برتن مانجھتی ہوئی کبریٰ کن انکھیوں سے ان لال کپڑوں کو دیکھتی ایک سرخ چھپکلی سی اس کے زردی مائل مٹیالے رنگ میں لپک اٹھی۔''

ہر لڑکی کا ارمان ہوتا ہے کہ وہ سرخ جوڑا پہنے اور دلہن بنے۔ اس کی شادی ہو یہ ارمان کبریٰ کو بھی تھا۔ حالانکہ وہ اس عمر سے پہلے ہی گزر چکی تھی مگر اسے ابھی تک یہ جوڑا پہننا نصیب نہیں ہوا۔ اس کی ماں جب کبھی لال کپڑے کو پھیلا کر اس پر کچھ کڑھائی کا کام کر رہی ہوتی تو اس کے دل میں ایک کسک پیدا ہوتی۔ اس کے چہرے پر شرم وحیا سے سرخ رنگ آجاتا کہ کہیں اس کے دل کی چوری نہ پکڑی جائے اور اس کے ارمان کا پتہ نہ چل جائے۔

☆ ''روپہلی کٹوریوں کے جال جب پولے پولے ہاتھوں سے کھول کر اپنے زانوؤں پر پھیلاتیں تو ان کا مرجھایا ہوا چہرہ ایک عجیب ارمان بھری روشنی سے جگمگا اٹھتا۔''

☆ یہاں مصنفہ نے سروری کی حسرت بھری تمنا کا ذکر کیا ہے۔ کہ جب کبھی وہ سرخ جوڑے پر روپہلی کٹوریوں سے جال بناتی تو ایک دم چہرے پر ایک چمک آجاتی۔ ایک ارمان جاگ اٹھتا کہ اس کی بیٹی کبریٰ اس جوڑے کو پہنے گی اور دلہن بنے گی۔ شہنائیاں بجیں گی اور آنے والے خوش آیند لمحات کا تصور کر کے وہ خوش ہوجاتیں۔

☆ گہری صندوقوں جیسی شکنوں پر کٹوریوں کا عکس ننھی ننھی مشعلوں کی طرح جگمگانے لگتا ہر ٹانکے پر زری کا کام ہلتا اور مشعلیں کپکپا اُٹھتیں۔''

☆ سروری کے چہرے پر مفلسی، پریشانی اور بوڑھاپے کی وجہ سے بہت گہری گہری جھریاں تھیں اسے مصنفہ نے گہری صندوقوں سے تشبیہہ دی ہے۔ ان پر جب کٹوریوں کا عکس پڑتا تو ایسا لگتا جیسے چھوٹی چھوٹی بہت سی مشعلیں جل اٹھی ہیں اور جب کٹوریوں سے بنا ہوا کام ہلتا تو اس کا عکس جو چہرے پر پڑ رہا تھا وہ بھی ہلتا تو ایسا لگتا جیسے مشعلیں کانپ اٹھیں۔

NOS\NOTE2.tif not found.

چوتھی کا جوڑا

4.3 زبان کے بارے میں

☆ چھٹی چھو چھک، لپا چھپ، پلنگڑی، جھانجھیں وغیرہ خاص عورتوں کی زبان میں استعمال کیے جانے والے الفاظ ہیں۔

☆ جس طرح ہاتھ میں پہنی جانے والی چیز کو دستانہ کہتے ہیں اسی طرح انگلی میں پہنی جانے والی چیز کو انگشتانہ کہتے ہیں۔ یہ لوہے کی چوڑی سی انگوٹھی ہوتی ہے جسے سوئی سے کچھ سلنے سے پہلے پہنتے ہیں تا کہ انگلی زخمی نہ ہو۔

☆ بچے کی پیدائش کے چھٹے دن کچھ خاص قسم کی رسومات کی جاتی ہیں اسے چھٹی کہتے ہیں۔ اس دن نوزائیدہ بچے اور اس کی ماں کے لیے نئے کپڑے اور مختلف چیزیں تیار کرائی جاتی ہے۔ اسے چھٹی چھو چھک کہتے ہیں۔

☆ تراش کردہ ایک مرکب لفظ ہے جو تراش بمعنی کٹا اور کردہ بمعنی کیا ہوا سے مل کر بنا ہے۔ یعنی کٹا ہوا۔ اردو میں اس طرح کے اور بھی مرکبات مستعمل ہیں جیسے گناہ کردہ، نا کردہ، سر کردہ وغیرہ۔

متن پر سوالات 4.1

صحیح جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

1. بیونتنے کا مطلب ہے۔

(الف) بے وقوف بنانا

(ب) اندازہ لگا کر کپڑا کاٹنا

(ج) بڑا بننا

2. انگشتانہ کسے کہتے ہیں۔

(الف) ماتھے کی بندیا

(ب) پیر میں پہننے کا زیور

(ج) انگلی میں پہننے والی چیز

3. سروری کو کیا ارمان تھا؟

NOS\NOTE1.tif not found.

(الف) اپنی شادی کرنے کا (2)

(ب) اپنی بیٹی کبریٰ کی شادی کرنے کا

(ج) نیا جوڑا بنا کر رکھنے کا

4.4 متن کی تشریح

(2)

یاد نہیں کب اس کے.....پھن کی طرح اٹھ رہی ہے

☆ عصمت چغتائی عورتوں کے چھپے جذبات اور ان کے دل کے ارمان کو بیان کرنے میں مہارت رکھتی ہیں۔افسانے کے اس حصے میں انہوں نے سروری کے ارمان وحسرت اور مایوسی کا ذکر کیا ہے۔

☆ ''یاد نہیں کب اس کے شبنمی ڈوپٹے بنے ٹکے تیار ہوئے اور گاڑی کے بھاری صندوق کی تہہ میں ڈوب گئے۔''

☆ کبریٰ کی زبانی کہلائے گئے اس جملے میں کتنی حسرت اور یاس چھپی ہے۔کبریٰ کی شادی کے لیے ڈوپٹہ لایا گیا اس پر کڑھائی کی گئی وہ بن ٹن کر تیار بھی ہوا مگر اسے اوڑھنا نصیب نہ ہوسکا وقت اپنی رفتار سے آگے بڑھتا رہا اور دوپٹہ وقت کی صندوق کی تہہ میں ڈوب گیا۔نہ تو کبریٰ دلہن بنی اور نہ ہی وہ ڈوپٹہ اوڑھا۔

☆ ''جب ایک جوڑا پرانا ہوتا تو اسے چالے کا کہہ کر سینت دیا جاتا اور پھر ایک نئے جوڑے کے ساتھ نئی نئی امیدوں کا افتتاح ہوجاتا۔''

☆ کبریٰ کے لیے جو بھی چوتھی کا جوڑا تیار ہوتا کچھ عرصہ بعد پرانا ہوجاتا اس پر کیا ہوا زری کا کام ماند پڑنے لگتا تو اسے سروری چالے کا کہہ کر رکھ دیتی۔چالے کے جوڑے وہ کپڑے ہوتے ہیں جو دلہن اپنے ساتھ لے کر سسرال جاتی ہے۔انسان امیدوں کے سہارے ہی زندہ رہتا ہے۔سروری بھی اس پرانے جوڑے کو چالے کے لیے رکھ کر کبریٰ کے لیے دوسرا کپڑا لاتی اور پھر سے اس کی چوتھی کا جوڑا تیار کرتی کہ ہوسکتا ہے جب تک یہ تیار ہو اس کے شادی کا مسئلہ طے ہوجائے۔اور اس کی بیٹی دلہن بنے۔

☆ ''یہی تو مشکل تھی۔کوئی جوڑا اللہ مارا چین سے نہ سلنے پایا۔جو کلی الٹی کٹ جائے تو جان لو نائن کی لگائی ہوئی بات میں ضرور اڑنگا لگے گا یا تو دولہ کی کوئی داشتہ نکل آئے گی یا اس کی ماں ٹھوس کڑوں کا اڑنگا لگائے گی۔چوتھی کے جوڑے کا شگون بڑا نازک ہوتا ہے۔'' شادی سے متعلق عورتوں میں کچھ ٹوٹکے مشہور ہوجاتے ہیں۔ان ہی کا ذکر یہاں کیا گیا ہے کہ چوتھی کا جوڑا نہایت اطمینان اور سکون سے تیار ہونا چاہیے۔اس کا شگون بڑا نازک ہوتا ہے۔اگر

NOS\NOTE2.tif not found.

چوتھی کا جوڑا

کچھ غلط ہو جائے تو سمجھ لو بدشگونی ہوگئی۔ اگر کوئی کلی الٹی کٹ جائے تو غضب ہو گیا۔ اب تو ضرور نائن کی لگائی ہوئی بات میں اڑنگا لگے گا۔ نائن وہ عورتیں ہوتی ہیں جو گھروں گھروں ناخن کاٹنے اور مالش وغیرہ کرنے کے لیے جاتی ہیں۔ انہیں ہر گھر کی خبر ہوتی ہے کہ کس گھر میں لڑکی یا لڑکا شادی کے لائق ہے۔ چنانچہ وہ رشتہ لگانے میں ایک وسیلے کا کام کرتی ہیں۔ اگر چوتھی کا جوڑا کچھ غلط کٹ جائے تو ضرور کچھ برا ہونے والا ہے یا تو دولہا کی کوئی داشتہ نکل آئے گی یا پھر ساس جہیز اور زیور کا مطالبہ کرے گی۔

☆ ''میٹھا برس نمکین ہوا اور پھر کڑوا ہو گیا''

☆ بچپن، جوانی اور بوڑھاپے کے لیے مصنفہ نے نادر مثال کی ہے کہ بچپن میں انسان معصوم ہوتا ہے۔ جوانی میں پُر جوش، پُر کشش اور امنگوں سے بھرپور، بوڑھاپے میں مجبور، معذور اور چڑچڑا ہوتا ہے۔ کبریٰ کے لیے کہا کہ کیسے اس نے بچپن سے جوانی کا مرحلہ طے کیا اور جوانی سے بوڑھاپے کی طرف آ گئی کچھ فرق ہی نہیں پڑا۔ غریبی اور مفلسی کی وجہ سے اس کا بچپن بھی کام کاج کرنے اور گھر سنبھالنے میں گزر گیا اور جوانی بھی۔

☆ ''جانو کسی کو معلوم ہی نہیں کہ اس ٹاٹ کے پردے کے پیچھے کسی کی جوانی آخری سسکیاں لے رہی ہے اور ایک نئی جوانی سانپ کے پھن کی طرح اٹھ رہی ہے۔''

جب سے حمیدہ کے ابو اللہ کو پیارے ہوئے لوگوں نے کبریٰ کے لیے رشتے بھیجنا ہی چھوڑ دیا۔ کسی طرح کپڑے سل کر گزر اوقات بمشکل ہو جاتی تھی لیکن سب سے بڑا مسئلہ تھا کبریٰ کی شادی۔ کسی کا رشتہ ہی نہیں آتا ایسا لگتا جیسے کسی کو معلوم ہی نہیں کہ اس غریب کے گھر میں ایک جوان لڑکی ہے جو اب بڑھاپے کی طرف بڑھ رہی ہے اور دوسری لڑکی نوجوانی کی منزل میں ہے اور جوان ہونے والی ہے۔

☆ ''نہ جانے کیسے جوانی آئی تھی کہ نہ تو اس کی آنکھوں میں کرنیں ناچیں نہ اس کے رخساروں پر زلفیں پریشان ہوئیں نہ اس کے سینے پر طوفان اٹھے اور نہ کبھی اس نے ساون بھادوں کی گھٹاؤں سے مچل مچل کر پریتم یا ساجن مانگے۔''

ایک غریب کی جوانی بھی کیا ہے۔ کبریٰ جو جوان ہوئی تو نہ اس کی آنکھوں میں کرنیں ناچیں نہ ہی زلفیں لہرانا اور بننا سنورنا شروع کیا نہ ہی ساجن گنگنائی نہ ہی ارمان جاگے۔ کیونکہ اس کے سامنے تو ایک ہی چیز تھی کسی طرح دو وقت کی روٹی میسر ہو جائے۔ سروری دن بھر اسی لیے سلائی کرتی اور کبریٰ گھر کے کاموں میں جٹی رہتی۔ برتن مانجتی، کپڑے دھوتی، کھانا بناتی غرض دن بھر گھر کے کام کاج میں لگی رہتی۔

NOS\NOTE1.tif not found.

4.5 زبان کے بارے میں

- ''طول پکڑنا'' مطلب ہے بڑھ جانا۔
- ''راستہ بھول جانا'' ایک محاورہ ہے جس کا مطلب ہے ''نہ آنا''۔
- ''اے خاک پڑے ان ڈاکٹروں کی صورت پر''
- ''آگ لگے موئے حقے کو'' خاص طور پر عورتیں غصے میں بددعا کے طور پر بولتی ہیں۔ خاک پڑنا، آگ لگنا معنی ہیں ''برا ہو''۔
- ''کلی'' دو معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ ایک تو پھول کی کلی دوسرے کپڑے کی کلی۔ دارو دوا کو کہتے ہیں۔ عوام دیسی شراب کو کہتے ہیں لیکن جب دوا اور دارو ایک ساتھ استعمال ہوں تو مطلب ہوتا ہے ''دوا علاج''۔
- جب کوئی شادی شدہ مرد اپنی بیوی کے علاوہ کسی اور عورت سے جسمانی تعلقات قائم کرے تو اس عورت کو داشتہ کہتے ہیں۔ عام زبان میں اس کے لیے ''رکھیل'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ رشتہ سماجی اور اخلاقی اور مذہبی طور پر ناجائز سمجھا جاتا ہے۔ ایسا آدمی جسمانی طور پر بہت سی مہلک بیماریوں کا شکار ہوسکتا ہے جیسے ایڈز، سوزاک وغیرہ۔ یہ تمام بیماریاں لاعلاج ہیں۔ ہمیں ان سے بچنا چاہیے اور ضروری احتیاط برتنا چاہیے۔

متن پر سوالات 4.2

1. خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجئے۔

(i) اے.....پڑے ان ڈاکٹروں کی صورت پر۔

(ii) چوتھی کے جوڑے کا شگون بڑا.....ہوتا ہے۔

(iii) ابا کتنے دبلے پتلے لمبے جیسے.....کا علم۔

(iv) میٹھا برس.....ہوا پھر کڑوا ہو گیا۔

(راستہ بھول گئے، نمکین، نازک، خاک، محرم)

2. کبریٰ کے لیے شادی کے پیغام کیوں نہیں آتے تھے؟

(الف) کیونکہ وہ بدصورت تھی۔

(ب) کیونکہ وہ غریب تھی۔

NOS\NOTE2.tif not found.

(ج) کیونکہ وہ بوڑھی تھی۔

3. طول وعرض کے معنی ہیں۔

(الف) اونچائی نیچائی۔

(ب) لمبائی چوڑائی۔

(ج) موٹاپا اور دبلاپن۔

4.6 متن کی تشریح

(3)

مگر بی اماں کا دستور.....اور اسے جلدی تھی

☆ عصمت چغتائی عورتوں کی نفسیات بیان کرنے میں ماہر ہیں۔افسانے کے اس حصے میں انہوں نے سروری کی اس وقت کی کیفیت کو خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بھانجہ راحت پولیس ٹریننگ کے لیے اس کے یہاں آرہا ہے۔سروری کو ایسا لگا گویا کنواں خود پیاسے کے پاس آگیا۔انہوں نے کبریٰ اور راحت کی شادی کے منصوبے بنالیے اور ایک دم ساری تیاریاں شروع کردیں گویا کہ بارات دروازے پر کھڑی ہو۔

☆ ''بہن میرا مری کا منہ دیکھو جو اس گھڑی نہ آؤ''

یہ جملہ سروری نے اپنی منہ بولی بہن کو کہلا بھیجا۔یہ خاص انداز ہے جو عورتیں اپنی بات منوانے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔مطلب یہ ہے کہا اگر تم نہیں آئیں تو مجھ سے تعلقات ختم کرلینا اور مرنے کے بعد ہی میری صورت دیکھنا۔

☆ ''اسی وقت بی اماں نے کانوں کی چار ماشہ کی لونگیں اتار کر منہ بولی بہن کے حوالے کیں'' راحت کی خاطر داری ہوسکے۔گھر پر مفلسی چھائی ہے۔ایسے میں زیورات عورتوں کی مدد کرتے ہیں۔سروری نے کان کی چار ماشہ کی لونگیں منہ بولی بہن کو دے دیں تاکہ بیچ کر کچھ سامان لاسکے۔لونگ عام طور پر ناک میں پہنی جانے والی کیل کو کہتے ہیں۔یہاں کان کے ٹاپس کے لیے لونگ استعمال کیا ہے۔

☆ ''اللہ میرے اللہ اب کے تو میری آپا کا نصیبہ کھل جائے۔میرے اللہ سو رکعت نفل تیری بارگاہ میں پڑھوں گی۔''

☆ راحت کے آنے سے ہر کوئی پرامید تھا۔حمیدہ نے بھی فوراً اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ بس راحت میری بہن کبریٰ سے شادی کرلے اور سو رکعت نفل نماز کی منت مان لی۔یہ عورتوں کی خاص نفسیاتی کیفیت ہوتی ہے۔

☆ ''جب سوئیوں اور پراٹھوں کا ناشتہ کرکے بیٹھک میں چلے گئے تو دھیرے دھیرے نئی دلہن کی طرح پیر رکھتی کبریٰ کوٹھری سے نکلی۔''

NOS\NOTE1.tif not found.

یہاں کبریٰ کا نفسیاتی پہلو دکھایا ہے کہ جب گھر میں ہر کوئی پرامید ہے تو اس نے بھی ایک سپنا سجالیا اور دل میں ارمان جاگ اٹھے کہ شاید راحت ہی وہ شخص ہو جو اسے دلہن بنائے گا اور وہ بھی چوتھی کا جوڑا پہن سکے گی۔

☆ اس کا بس نہیں چلتا کہ اپنی چربی پراٹھوں میں بھر دے اور کیوں نہ بھرے آخر کو وہ ایک دن اس کا ''اپنا ہو جائے گا''۔

☆ کبریٰ کے جذبات کا دوسرا نفسیاتی پہلو ہے۔ وہ راحت کی ''دل و جان'' سے خدمت کرتی، خوب گھی میں تلے ہوئے پراٹھے کھلاتی۔ اچھے اچھے پکوان بناتی۔ ایک آس ایک امید تھی کہ راحت اس کا ہو جائے گا۔ اسے اپنا لے گا۔

☆ ''اے تو پردہ تڑوانے کو کون کہے ہے۔ بی آپا کے پکے مہاسوں کو دیکھ کر انہیں بی اماں کی دور اندیشی کی داد دینی پڑتی۔''

سروری کی منہ بولی بہن نے جب دیکھا کہ راحت کی طرف سے کوئی پہل نہیں ہو رہی ہے تو وہ سروری سے بولی کہ کچھ تو اشارہ ملے کہ اس کے دل میں کیا بات ہے۔ سروری ناراض ہو کر بولی کہ کیا پردہ تڑوا دوں؟ منہ بولی بہن بولیں نہیں میں یہ کب کہہ رہی ہوں۔ کیونکہ کبریٰ کی شکل اور اس پر پکے مہاسے دیکھ کر تو راحت اور بھی حامی نہیں بھرتا۔ ایک تو غریبی و مفلسی نے چہرے کی رنگت خراب کر دی تھی اوپر سے عمر بھی زیادہ ہو چکی تھی۔ اس لیے عقل مندی اسی میں تھی کہ راحت کبریٰ کو نہ دیکھے۔ کسی نہ کسی ترکیب سے بس شادی کے لیے ''ہاں'' کہہ دے۔

☆ ''کھلی کے؟ ارے تو روز کاہے کے ہوتے ہیں۔ میں تو عادی ہو چلا ہوں۔ کھلی اور بھوسہ کھانے کا'' راحت کا یہ جملہ سب کے اوپر بجلی بن کر گرا۔ اپنی جان سے بڑھ کر کبریٰ اس کی خدمت کر رہی تھی۔ حمیدہ رات دن اس کے آگے پیچھے کرتی۔ سروری سلائی کر کر کے اس کے لیے عمدہ سے عمدہ چیزیں منگواتیں اور جب مذاق میں کھلی کے کباب کھلائے گئے تو راحت نے نمک حرامی کا ثبوت دیا اور بولا کہ روز تو ایسے ہی ملتے ہیں۔ اس جملے سے سب کو مایوسی ہوگئی۔

☆ ''جی چاہتا کہ کسی دن صاف کہہ دوں کہ کسی کی بکری اور کون ڈالے دانہ گھاس؟ اے بی مجھ سے تمہارا یہ بیل نہ ناتھا جائے گا۔''

☆ حمیدہ نے دیکھا کہ راحت کی دست درازیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ مگر وہ یہ سب صرف اس لیے برداشت کر لیتی کہ اس کی بہن کی شادی ہو جائے گی لیکن جب وہ حد سے آگے بڑھنے لگا۔ مذاق میں اس کی کلائی پکڑ لی، اسے بات بات پر چھیڑتا تو حمیدہ کا جی چاہتا کہ وہ یہ سب کرنے سے منع کر دے۔ شادی تو وہ کبریٰ سے کرے گا اور مجھے اس کی دست درازیاں برداشت کرنی پڑ رہی ہیں۔

☆ ''میرا جی چاہا کہ اس کا منہ نوچ لوں، مٹی کے تھودے! یہ سوئٹر ان ہاتھوں نے بنا ہے جو جیتے جاگتے غلام ہیں۔ جو چولھے کی آنچ سہتے ہیں۔ تمہاری غلاظتیں دھوتے ہیں تاکہ تم اجلے چٹے بگلا بھگتی کا ڈھونگ رچائے رہو۔''

☆ کبریٰ دن بھر کام کے بعد جو وقت ملتا اس میں راحت کے لیے سوئٹر بنتی۔ اس کے پاس خود سوئٹر نہیں تھا مگر وہ اس نے راحت کو بھجوا دیا۔ راحت نے حمیدہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے بنا ہے تو حمیدہ بولی نہیں۔ راحت بولا پھر تو ہم نہیں

NOS\NOTE2.tif not found.

پہنیں گے۔اس پر حمیدہ کا جی چاہا کہ اس کا منہ نوچ لے۔ کیونکہ وہ دیکھ رہی تھی کہ کبریٰ کس طرح راحت کی خدمت کرتی۔اس کا کمرہ جھاڑتی۔ کپڑے دھوتی، کھانا بناتی۔ دن بھر اس کی غلامی میں لگی رہتی۔ چولھے کے پاس گھنٹوں بیٹھ بیٹھ کر اس کے لیے انڈے پراٹھے اور کباب تلتی۔حمیدہ کا جی چاہا کہ بول دے کہ یہ سوئٹر ان ہاتھوں نے بنا ہے جو دن رات تمہاری خدمت میں لگے رہتے ہیں۔تمہاری گندگی اور غلاظت دھوتے ہیں تا کہ تم اجلے چٹے نظر آسکو اور بگلا بھگتی کا ڈھونگ رچائے رہو۔حالانکہ تم اندر سے ایسے پاک وصاف نہیں ہو۔ورنہ تمہیں کیا کبریٰ کی اچھائیاں نظر نہیں آتیں۔کبریٰ کی خاموش خدمت کی طرف اشارہ اور راحت پر طنز ہے۔

☆ ''کیا میری آپا مرد کی بھوکی ہے۔نہیں وہ مرد کے احساس سے پہلے ہی سہم چکی ہے۔مرد کا تصور اس کے ذہن میں امنگ بن کر نہیں ابھرا بلکہ روٹی کپڑے کا سوال بن کر ابھرا ہے۔وہ ایک بیوہ کی چھاتی کا بوجھ ہے اس بوجھ کو دھکیلنا ہی ہوگا۔''

☆ ایک غریب لڑکی کے جذبات اور دلی کیفیات کی اس سے بہتر ترجمانی ممکن نہیں۔شادی امنگوں اور آرزوؤں کی تکمیل نہیں بلکہ ان کے لیے روٹی کپڑے کا سہارا ہے۔کبریٰ ایک بیوہ کی بیٹی تھی۔اس کے سینے پر بوجھ تھی کیونکہ سروری سلائی کر کے بمشکل گزر اوقات کر پاتی تھی۔ایسے میں کبریٰ کی شادی ہو جاتی تو تھوڑا بوجھ ہلکا ہوتا۔حمیدہ کی زبانی یہ بات کہلائی گئی ہے کہ کبریٰ کسی مرد کی بھوکی نہیں تھی بلکہ روٹی کپڑے کے لیے شادی کرنا چاہتی تھی۔لیکن راحت کی طرف سے کوئی بات بن نہیں پا رہی تھی۔

☆ ''ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ پہاڑ کی کھوہ میں ڈوبتا چلا گیا۔ نیچے تعفن اور تاریکی کے اتھاہ غار کی گہرائیوں میں ایک اور بڑی سی چٹان نے اس کی چیخ کی چٹان کو گھونٹ دیا۔''

☆ جب کسی طرح راحت سے بات نہیں بن پائی تو آخری حربہ کے طور پر سروری نے پاؤں کے زیور کو گروی رکھ کر مشکل کشا کی نیاز کر ڈالی۔حمیدہ ملیدہ کی پلیٹ لے کر راحت کے پاس گئی سب کو یہ امید تھی کہ راحت وہ ملیدہ کھائے گا اور کبریٰ سے شادی کے لیے تیار ہو جائے گا۔حمیدہ راحت کی بدنیتی بھانپ چکی تھی۔پھر بھی بڑی بہن کی خاطر ملیدہ کی پلیٹ لے کر راحت کے پاس گئی۔باہر محلے پڑوس کی لڑکیاں مشکل کشا کی شان میں گیت گا رہی تھیں۔حمیدہ نے ملیدہ کا لقمہ بنا کر راحت کی طرف بڑھایا اور راحت نے منہ کھول دیا۔حمیدہ نے چیخنا چاہا مگر راحت نے اس کا منہ بند کر دیا۔

4.7 زبان کے بارے میں

افسانے کے اس حصے میں درج ذیل محاورے استعمال کیے گئے ہیں۔

NOS\NOTE1.tif not found.

- چھکے چھوٹ جانا : (مطلب) گھبرا جانا
- چاروں کونے چوکس بیٹھنا : معاملہ فٹ ہو جانا
- تن بدن میں آگ لگنا : بہت غصہ ہونا
- داد دینا : تعریف کرنا
- ٹھنڈی سانس لینا : افسوس کرنا
- گل ہو جانا : بجھ جانا
- تھالی کا بیگن ہونا : آدمی کا بے اصول ہونا

ایال کے معنی ہیں گھوڑے کی گردن کے بال۔ اس کا دوسرا تلفظ ''عیال'' ہے اس کے معنی ہیں گھر کے لوگ۔ عام طور پر اہل وعیال ایک ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

لاجواب ایک مرکب ہے جس میں ''لا'' سابقہ استعمال ہوا ہے۔ اس طرح کا سابقہ استعمال کر کے منفی کے معنی لیتے ہیں۔ عربی میں ''لا'' کے معنی ''نہیں'' کے ہوتے ہیں۔ جیسے لاعلم، لاپتا، لاریب وغیرہ۔

دوراندیشی ایک مرکب ہے جو دور اور اندیشی سے مل کر بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں دور تک کی سوچنا۔ سابقہ ''دور'' کو استعمال کر کے بہت سے اور الفاظ بنائے جاتے ہیں جیسے دوربین، دوررس وغیرہ۔ (4)

متن پر سوالات 4.3

1. مناسب سابقوں کا استعمال کیجئے۔

(i) ..... جواب ..... علم

(ii) .....ادب ..... غرض

(iii) .....بیں ..... اندیش

(iv) .....تمیز ..... کردار

(دور، بد، بے، لا)

2. حمیدہ نے سو رکعت نماز کی منت کیوں مانی؟

(الف) اپنی شادی کے لیے۔

(ب) اپنی ماں کی قسمت کے لیے۔

(ج) اپنی بہن کی شادی کے لیے۔

NOS\NOTE2.tif not found.

4.8 متن کی تشریح

(4)

اس کے بعد اس کے گھر.....شہنائیاں بج اٹھیں گی

☆ افسانے کے آخری حصے میں سروری کی حسرت و یاس کا ذکر ہے۔ راحت کے اچانک چلے جانے کے بعد سروری، کبریٰ اور حمیدہ پر کیا نفسیاتی اثرات پڑے۔

☆ کبریٰ کو سخت محنت، پریشانی اور فکر کی وجہ سے دق کا عارضہ لگ گیا اور وہ دوبارہ جاں بر نہ ہوسکی۔ موت کی آغوش میں پہنچ کر اس نے چین کی سانس لی۔

☆ ''کفن کا سفید لٹھا موت کے آنچل کی طرح بی اماں کے سامنے پھیل گیا۔ تحمل کے بوجھ سے ان کا چہرہ لرز رہا تھا۔ بائیں ابرو پھڑک رہی تھی۔ گالوں کی سنسان جھریاں بھائیں بھائیں کر رہی تھیں۔ جیسے ان میں لاکھوں اژدہے پھنکار رہے ہوں۔''

☆ کبریٰ کے مرنے کے بعد سروری سفید لٹھا لے کر اُسی سہ دری میں بیٹھ کر کفن سینے کی تیاری کرنے لگی۔ اتنے بڑے صدمے کو برداشت کئے ہوئے تھیں۔ صبر و تحمل کے بوجھ سے چہرہ لرز رہا تھا۔ خود اپنی بیٹی جس کے لیے انہوں نے چوتھی کے سرخ جوڑے تیار کیے تھے۔ آج اس کے لیے اپنے ہاتھوں کفن سئی رہی تھیں۔

☆ آج ان کے چہرے پر بھیانک سکون اور ہرا بھرا اطمینان تھا جیسے انہیں پکا یقین ہو کہ دوسرے جوڑوں کی طرح یہ چوتھی کا جوڑا سینتا نہ جائے گا۔''

کبریٰ مر چکی تھی اور اسے کفن پہننا ہی ہے۔ اسی حقیقت کو اس طرح بیان کیا کہ سروری کو پورا یقین تھا کہ آج جو لباس وہ تیار کر رہی ہے وہ اس کی بیٹی ضرور پہنے گی۔ اس سے پہلے اس نے کئی چوتھی کے جوڑے تیار کئے مگر کوئی بھی اسے نصیب نہ ہوسکا۔ اور وہ حسرت جو دل میں تھی کہ بیٹی کو شادی کا جوڑا پہنائے گی۔ اسی حسرت کی تلافی یہ سوچ کر کر رہی ہے آج تو یہ لباس وہ ضرور پہنے گی۔

☆ ''دو موٹے موٹے آنسو ان کے روئی جیسے گالوں پر دھیرے دھیرے رینگنے لگے۔ ان کے چہرے کی شکنوں میں سے روشنی کی کرنیں پھوٹ نکلیں اور وہ مسکرا دیں جیسے آج انہیں اطمینان ہو گیا کہ ان کی کبریٰ کا سہاگ جوڑا بن کر تیار ہو گیا اور کوئی دم میں شہنائیاں بج اٹھیں گی۔''

آخر کے ان جملوں میں اک درد اور کرب چھپا ہوا ہے۔ جب سروری کفن سئی کر مکمل کرتی ہے تو بے اختیار دو آنسو گر جاتے ہیں جو ایک فطری عمل ہے لیکن فوراً ہی وہ مسکرا پڑتی ہے۔ ایک ڈوبی ہوئی مسکان، حسرت بھری مسکان، ایسی حسرت جو پوری نہ ہوسکی۔ بیٹی کو سہاگ جوڑا پہنانے کی حسرت۔ آج اسے کفن پہنا کر پوری کر رہی تھیں۔

NOS\NOTE1.tif not found.

4.9 زبان کے بارے میں

- نامراد مرکب ہے جو ''نا'' اور ''مراد'' سے مل کر بنا ہے۔
- سابقہ 'نا' لگا کر بہت سے الفاظ بنائے جاتے ہیں جیسے نالائق، نامعقول، ناسمجھ وغیرہ

متن پر سوالات 4.4

1. سروری کے چہرے پر اطمینان کیوں تھا؟

(الف) کیونکہ اس کی بیٹی کبریٰ کی شادی ہو رہی تھی۔

(ب) کیونکہ اسے یقین تھا کہ کبریٰ کفن تو ضرور پہنے گی۔

(ج) کیونکہ وہ پاگل ہوگئی تھی۔

-2 کبریٰ سے راحت نے شادی کیوں نہیں کی؟

(الف) اس میں جنسی کشش کم تھی۔

(ب) ہنرمند نہیں تھی۔

(ج) بہت موٹی تھی۔

آپ نے کیا سیکھا

- اس افسانے میں ایک عام معاشرتی مسئلہ ''غریب لڑکیوں کی شادی'' کو موضوع بنایا گیا ہے۔
- اس افسانے میں بہت سے الفاظ ایسے آئے ہیں جو خاص عورتیں استعمال کرتی ہیں۔
- افسانہ نگار نے بہت سے محاوروں کا نہایت خوب صورت استعمال کیا ہے۔
- عصمت چغتائی عورتوں کے نفسیاتی پہلوؤں کو افسانے میں پیش کرنے میں مہارت رکھتی ہیں۔
- اصل چیز انسانی سیرت ہے۔ صرف صورت کو دیکھ کر کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اچھے اور بُرے کی پرکھ کرنی چاہیے تھی۔ کبریٰ کو اس کی سیرت کا انعام نہیں ملا۔
- ہمیں سماج میں موجود ایسے ہنرمند لوگوں کی قدر کرنی چاہیے اور ان کی مدد بھی کرنی چاہیے۔
- جنسی بلوغ کے زمانے میں دل میں اٹھنے والے بہت سے غلط سوالات سے بچنا چاہیے اور جنس کے اخلاقی پہلو پر

NOS\NOTE2.tif not found.

دھیان دینا چاہیے۔

- جنس کو ممنوع نہیں سمجھنا چاہیے۔ ناواقفیت کی حالت میں اپنے بڑوں سے معلومات حاصل کرنی چاہیے۔ غلط حرکات و سکنات سے بچنا چاہیے ورنہ سماجی نشوونما پر اس کے بُرے اثرات مرتب ہوں گے۔
- کچی عمر میں جنسی تعلقات قائم کرنے کے بُرے اثرات ہوتے ہیں۔ ناواقفیت کی حالت میں کم عمری میں لڑکیوں کا ماں بننا اس کی صحت اور جسمانی نشوونما کے لیے مضر ہے۔

4.10 اسلوب بیان

عصمت چغتائی کا طرز بیان بڑا ہی پیارا ہے۔ ان کے منجھے ہوئے جملے، روزمرہ اور چبھتے ہوئے فقرے افسانوں میں جان پیدا کر دیتے ہیں۔ ان کا انداز نہایت تیکھا اور برجستہ ہے۔ وہ اپنے افسانوں میں مکالموں کے ذریعہ بڑے بڑے کام لیتی ہیں۔ وہ کرداروں کی زبانی ایسی تیکھی بات کہلواتی ہیں جس کا اثر براہ راست ذہن و دل پر پڑتا ہے۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں ایسے نازک معاملات کو کریدا ہے جس سے ادبی حلقوں میں ہلچل مچ گئی۔ ان کی آواز نئی ہے۔ انداز اتنا دلکش ہے کہ انکے فن کی قدر و قیمت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

4.11 مزید مطالعہ

عصمت چغتائی کے اور بھی کئی افسانے مشہور ہیں۔ انہیں پڑھیے۔

اختتامی سوالات 4.15

1. کبریٰ کے لیے رشتے نہ آنے کی وجہ کیا تھی؟
2. سروری، کبریٰ اور حمیدہ راحت کی خاطر داری میں کیوں لگے ہوئے تھے؟
3. اس افسانے میں عصمت چغتائی نے عورتوں کے کس نفسیاتی پہلو کو اجاگر کیا ہے؟
4. عصمت چغتائی کے اسلوب بیان پر روشنی ڈالیے؟

NOS\NOTE1.tif not found.

متن پر سوالات کے جوابات

4.1 .1 ب .2 ج .3 ب

4.2 .1 (i) خاک (ii) نازک (iii) محرم
(iv) راستہ بھول گئے (v) نمکین
.2 ب
.3 ب

4.3 .1 (i) لا (ii) بے (iii) دور (iv) بد
.2 ج

4.4 .1 ب